49

گورنمنٹ برطانیہ اور جماعت احمدیہ

(فرمودہ ۲ مارچ ۱۹۱۷ء)

تشہد وتعوذ کے بعد مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کی:۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِى الْحَافِرَةِ ؕ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ فَاِنَّمَا هِىَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ (النّٰزعٰت ۱ تا ۱۴)

بعدازاں فرمایا:۔

مَیں نے کسی پہلے خطبہ جمعہ میں بیان کیا تھا۔ کہ ہر ایک جماعت اور قوم کا ایک مقصد اور مدعا ہوتا ہے۔ اور اس کے حصول کے لئے جس قربانی کی بھی اسے ضرورت پڑتی ہے۔ کرتی ہے۔ لیکن اگر نہ کرے۔ تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کامیاب مظفر اور منصور وہی قوم ہوتی ہے۔ جو اپنے اس مقصد اور مدعا کو حاصل کرنے کے لئے جسے وہ اپنا مطمح نظر بنا لیتی ہے ہر ایک چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ اور ہر ایک پیاری سے پیاری اور عزیز سے عزیز چیز کو اس کے لئے ترک کر دیتی ہے۔

اسلام میں انسان کا مقصد و مدعا دین اور اللہ تعالیٰ کی رضا قرار دیا گیا ہے۔ اس کے حصول کے لئے کوئی چیز خواہ وہ کتنی ہی کیوں نہ پیاری ہو۔ قربان کر دینی ضروری اور لازمی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرما دیا ہے۔ کہ وہ جو اللہ اور اس کے رسُول کے مقابلہ میں مال یا جان یا اولاد کو عزیز رکھتا ہے۔ وہ ایمان دار نہیں ہے۔ ابتداء میں ہر ایک بات سے پوری پوری واقفیت نہیں ہو سکتی۔ اور اسلام کی ابتداء تو ایک ایسی قوم سے ہوئی تھی۔ جو کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ اس لئے اسے قدم قدم پر سیکھنا اور ہر ایک بات کو سمجھنا پڑا۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ کہ یا رسول اللہ آپ مجھے سوائے اپنی جان کے سب چیزوں سے پیارے ہیں۔ چونکہ انہیں اس وقت تک علم کامل نہ تھا۔ اس لئے یہ کہا۔ رسُول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ تمہاری جان سے بھی مَیں تمہیں پیارا نہ لگوں[1]۔ یہ سُنکر حضرت عمرؓ نے کہا۔ اچھا یا رسُول اللہ اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی پیارے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے علم کی کمی کی وجہ سے یہ کہا تھا۔ کہ یا رسُول اللہ آپ مجھے اپنی جان کے سوا باقی سب سے پیارے ہیں۔ ورنہ آپ کے ایمان میں کوئی کمی اور نقص نہ تھا۔ کیونکہ جب آپ کو علم ہُوا تو فوراً کہدیا۔ کہ آپ مجھے سب چیزوں سے پیارے ہیں۔ اگر ان کا ایمان کامل نہ ہوتا۔ تو ان کو یہ جواب دینے میں کچھ دیر لگتی۔ اور ایمان کے کامل ہونے تک یہ جواب نہ دے سکتے۔ لیکن انہوں نے فوراً کہدیا۔ جس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ ان کے ایمان میں کوئی نقص نہ تھا۔ صرف اس بات کا علم حاصل نہ تھا۔

یہ تو حضرت عمرؓ کا ذکر ہے۔ لیکن ہر ایک مومن کا فرض ہے۔ کہ وہ خُدا اور اُس کے رسُولؐ کے راستہ میں ہر ایک پیاری سے پیاری اور عزیز سے عزیز چیز کو قربان کرنے کے لئے تیار رہے۔ اور پورے طور پر خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں لگ جائے۔ جو آیات اس وقت مَیں نے پڑھی ہیں۔ ان میں خدا تعالیٰ نے انسانی ترقی کا راستہ اور مشکلات اور مصائب سے بچنے کی راہ بتلائی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ انسان اپنے آپ کو اس میں اس طرح لگا دے۔ کہ اسے اپنے آپ کی بھی ہوش نہ رہے۔ اور بڑے شرح صدر اور خوشی سے اس کام کو کرے۔ پھر اس طرح اس میں مشغول ہو۔ کہ اسکے کرنے میں اسے خوشی ہی نہ ہو بلکہ اس میں اسے کوئی مشکل مشکل اور کوئی روک روک معلوم نہ ہو۔ اور پھر قوم کا ہر ایک فرد ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی خواہش اور کوشش کرے۔ تب کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اگر یہ بات نہ ہو تو وہ خطرناک زلازل اور مصائب آتے ہیں۔ جن کو وہ قوم برداشت نہیں کر سکتی اور تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ مَیں نے مثالیں دیکر بتایا تھا۔ کہ موجودہ زمانہ میں دیکھ لو۔ قوموں نے جو مقصد اور مدعا قرار دیا ہُوا ہے۔ اس کے لئے مال۔ جان۔ عزیز رشتہ دار وطن غرضیکہ سب کچھ قربان کر رہے ہیں۔ اور کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔

ہماری جماعت کا بھی ایک مدعا اور مقصد ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا۔ اور دوسروں کو رضا الٰہی حاصل کرنے کے طریق بتانا۔ لیکن اس مقصد کے حصول میں ہمیں اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہم اپنے آپ کو اس کلیہ کے ماتحت نہ کر دیں۔ جو اس وقت تک صفحہ دنیا پر چلا آیا ہے۔ اور وہ یہی کہ اس مقصد کے لئے ہم تمام پیاری سے پیاری اور عزیز سے عزیز چیزوں کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ لیکن اگر کسی ایک چیز کو بھی اس قربانی سے باہر رکھیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ہماری قربانی میں نقص آگیا ہے۔ اور ہم پورے طور پر اس کلیہ کے ماتحت نہیں ہوئے۔ پس ہمیں چاہیئے کہ جب

---

[1] : ۔ بخاری کتاب الایمان باب حب الرسول من الایمان ؛

خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا۔ اور دوسروں کو کرانا ہمارا مقصد اور مدعا قرار پاگیا ہے تو اس راستہ میں کوئی چیز جو سامنے آئے اسے گرا دینا چاہیئے۔ اور کسی کی پروا نہیں کرنا چاہیئے۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو کہدیتے ہیں۔ کہ فلاں بات کا دین سے کیا تعلق ہے۔ لیکن اگر ان کی بات کو مان لیا جائے۔ تو وہ تو تمام باتوں کو دین سے بے تعلق کہدیں گے۔ اور پھر بھی انکا دین دین ہی رہے گا۔ ان کی مثال اس دوکاندار کی سی ہوگی جو کہتا تھا کہ میری دوکان میں سب کچھ موجود ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا۔ کہ ہلدی ہے تو کہنے لگا یہ نہیں اور سب کچھ ہے۔ پھر مرچیں پوچھی گئیں۔ تو کہنے لگا یہ نہیں اور سب کچھ ہے۔ اسی طرح جو چیز بھی دریافت کی جائے۔ اس کے متعلق کہدے کہ یہ نہیں اور سب کچھ ہے۔ تو اس کی بھی دوکان ہی تھی۔ لیکن اس طرح کام نہیں چلا کرتے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ فلاں بات کا دین سے تعلق نہیں ہے۔ اس لئے مَیں اسے عمل میں نہیں لاتا۔ تو یہ اس کی غلطی ہے۔ اسے چاہیئے ہر ایک چیز دین کے لئے قربان کرنے کو تیار رہے۔ خواہ کسی چیز کا اسے دین سے تعلق سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

اس زمانہ میں ایسی ہوا پھیل رہی ہے۔ جسے آزادی کہا جاتا ہے۔ لیکن دراصل وہ غلامی سے بھی بدتر ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ سے ہمارا کیا تعلق ہے۔ یہ ایک باہر سے آئی ہوئی حکومت ہے۔ پھر نہ ہمارے آدمی اعلیٰ عہدوں پر ہیں۔ نہ ہمیں ہمارے حقوق دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے اس کی فتح و شکست کا اثر ہم پر کچھ نہیں ہے۔ یہ اور اسی قسم کے اور خیالات فاسدہ کے ماتحت عوام میں اور خصوصًا تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک ایسی روح پیدا کی جاتی ہے۔ کہ گورنمنٹ کی مدد کرنا فرض نہیں ہے۔ سیاسی طور پر یہ خیالات کہاں تک درست ہیں اس کے متعلق اس وقت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ جمعہ کے خطبے ایسی سیاست کے لئے نہیں ہوتے۔ جو محض دنیا سے تعلق رکھتی ہو۔ لیکن مَیں اس قدر بتا دیتا ہوں۔ کہ گو اس قسم کے خیالات رکھنے والے لوگ سیاسی طور پر بھی غلطی اور بڑی بھاری غلطی پر ہیں۔ لیکن ہماری جماعت کو سیاسی طور پر اس پہلو کو نہیں دیکھنا۔ بلکہ اس نقطہ نظر سے دیکھنا ہے۔ کہ اس کا دین سے کیا تعلق ہے۔ اگر اپنی ضروریات اور مفاد کے لحاظ سے گورنمنٹ برطانیہ کی وفادارانہ خدمت کرنا۔ اور اس کی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھنا اور اس کی ہر ضرورت کے وقت مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ تو خواہ سیاسی خیالات اس کے خلاف ہی ہوں۔ تو بھی ہمیں ان کو چھوڑنا پڑے گا۔ لیکن اگر کوئی دین کے معاملہ میں سیاسی خیالات کو مستثنیٰ کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ان کا دین سے تعلق نہیں ہے۔ تو اسے یاد رکھنا چاہیئے۔ اس کا دین کامل نہیں ہے کیونکہ دین کے لئے ضروری ہے۔ کہ جس قسم اور جس چیز کو بھی قربان کرنا پڑے قربان کر دی جائے۔ خواہ وہ مال ہو یا اولاد خواہ وہ قرابت کا تعلق ہو یا دوستانہ خواہ وہ نہایات ہوں یا عقائد غرضیکہ ہر ایک چیز قربان کر دے۔ اور اگر یہ نہیں کیا جاتا۔ تو کبھی ترقی اور کامیابی نہیں ہوسکتی۔ پس ہماری جماعت کے لئے اتنا کافی نہیں کہ اس

بات پر غور کرے۔ کہ گورنمنٹ کے ساتھ سیاسی طور پر کیا تعلقات ہیں۔ بلکہ یہ کہ دینی طور پر کیا ہیں۔

دینی طور پر ہماری جماعت کے جو تعلقات گورنمنٹ کے ساتھ ہونے چاہئیں ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سب سے بہتر سمجھ سکتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اس کے متعلق خوب کھول کھول کر لکھا ہے۔ حتیٰ کہ آپ لکھتے ہیں۔ کہ میں نے کوئی کتاب ایسی نہیں لکھی جس میں گورنمنٹ کی وفاداری کی طرف توجہ نہ دلائی ہو۔ پھر فرماتے ہیں۔ گورنمنٹ کے سُکھ کو اپنا سُکھ گورنمنٹ کی تکلیف کو اپنی تکلیف گورنمنٹ کی ترقی کو اپنی ترقی گورنمنٹ کے تنزل کو اپنا تنزل سمجھنا چاہیئے۔ یہ تو حکماً ہو گیا کیونکہ ہمارے امام حضرت مسیح موعودؑ نے خود اسکی تشریح کر دی ہے۔ لیکن اگر عقل و فکر سے دیکھیں۔ تو بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہماری ترقی اس گورنمنٹ سے وابستہ ہے۔ مشاہدہ سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اسی کے مطابق دیکھ لو کہ وہ کونسی جگہ ہے جہاں احمدیت کو ترقی ہوتی ہے۔ کابل کی سرزمین کو دیکھو وہاں ہمارے دو آدمی محض احمدی ہونے کی وجہ سے شہید کئے گئے اور اس وقت تک بھی وہاں علی الاعلان احمدیت کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ پھر ترکوں کی حکومت ہے۔ جس کے بادشاہ کو امیر المومنین کہا جاتا ہے وہاں ہمارا ایک آدمی کتابیں لے کر پہنچا تو اس سے کتابیں لے کر جلا دی گئیں۔ یہاں سے ایک اشتہار عربی میں شائع ہوا تھا۔ وہ وہاں چسپاں کیا گیا۔ تو اس پر بڑی لے دے ہوئی۔ اور آخر اس کو اُتروا دیا گیا۔ یہ تو دُور کی باتیں ہیں۔ ہندوستان میں ہی دیکھ لو۔ جہاں مسلمانوں کی کچھ ریاستیں باقی ہیں۔ جن کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ان کو خدا تعالیٰ نے اس لئے باقی رکھا ہے۔ کہ ان کو دیکھ کر معلوم ہو جائے کہ اسلامی حکومت کی یہ حالت تھی۔ ان میں سے ایک ریاست کا یہ حال ہے کہ احمدیوں کو مسجد بنانے تک کی اجازت نہیں دی جاتی۔ مندر۔ گرجے اور گردوارے تو بن رہے ہیں۔ ان کے لئے بڑی خوشی سے اجازت دی جاتی ہے۔ لیکن اگر اجازت نہیں دی جاتی تو احمدیوں کو مسجد بنانے کی نہیں دی جاتی۔ ایک اور ریاست ہے۔ جہاں کوئی احمدی بنا۔ جھٹ اس پر کوئی نہ کوئی مقدمہ کھڑا کر دیا گیا۔ یہ سلوک ہے۔ جو ہم سے کیا جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں گورنمنٹ برطانیہ کو دیکھئے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ ہم سے ایسا سلوک کرتی ہے جو دوسروں سے نہیں کرتی۔ بلکہ ہم سے بھی وہ اس طرح پیش آتی ہے۔ جس طرح دوسروں سے۔ لیکن اس سے یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اگر دوسروں کے دلوں میں شکر گذاری کا جذبہ نہیں ہوتا۔ تو ہمارے دلوں میں بھی نہ ہو۔ کیونکہ اگر انہیں دین کی اشاعت کی ضرورت اور پروا نہیں ہے۔ تو ہمیں تو ہے۔ پس اگر ہمارے ساتھ گورنمنٹ کا سلوک ایسا ہی ہے جیسا کہ دوسروں کے ساتھ تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اگر وہ گورنمنٹ کے ساتھ ہمدردی نہ رکھیں اور اس کے شکر گذار نہ ہوں۔ تو ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہم سے بھی گورنمنٹ ویسا ہی سلوک کرتی ہے۔ جیسا کہ ان سے۔ یہ دلیل بالکل بے ہودہ اور لغو ہے۔ پھر ایک اور بات ہے اور وہ یہ کہ ان لوگوں کے لئے امن ہے

لیکن ہمارے لئے نہیں ہے۔ ہر ایک ہمارا دشمن ہے۔ پھر خدا تعالیٰ نے اپنے سلسلہ کی ترقی کیلئے اسی سرزمین کو چنا ہے جو گورنمنٹ برطانیہ کے ماتحت ہے۔ اس لئے یہی مبارکباد کے قابل ہے۔ اگر کوئی سلطنت اس سے بڑھ کر اچھی اور عمدہ ہوتی تو خدا تعالیٰ اپنے سلسلہ کی نشوونما کے لئے اُسی کو چنتا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس کو چنا ہے جو اس کی فضیلت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ پس یہ حکومت جس قدر وسیع ہوگی۔ ہمارا سلسلہ بھی وسیع ہوتا جائے گا۔ اور ہمیں آزادی حاصل ہوتی جائے گی۔ اس لئے اگر کوئی ہم سے پوچھے تو یہی کہیں گے۔ کہ وہ علاقے جہاں ہمارے آدمی قتل کئے گئے۔ کل کی بجائے آج ہی گورنمنٹ برطانیہ کے ماتحت آئیں تو ہم خوش ہیں۔ کیونکہ ہماری ترقی گورنمنٹ برطانیہ سے وابستہ ہے اور خدا تعالیٰ کا فعل اور ہمارا مشاہدہ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ اس گورنمنٹ کے ماتحت ہمیں کامیابی ہوگی۔ ہم یہ جانتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ دوسرے ممالک میں بھی کامیابی ہوگی۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہاں بڑی بڑی تکلیفوں اور مشکلوں کے بعد ہوگی۔ اور صاف بات تو یہ ہے کہ وہاں خون کی آبیاری سے ہوگی۔ مگر یہاں اس کے مقابلہ میں کچھ تکلیف نہیں ہے۔ ہم نے تو اپنے ساتھ سلوک میں اتنا فرق دیکھا ہے۔ کہ دیسی مجسٹریٹوں کے پاس حضرت مسیح موعودؑ کا جو مقدمہ گیا ہے۔ اس کو انہوں نے خراب ہی کیا ہے لیکن اس کے برعکس دیکھئے۔ ایک انگریز[1] کے پاس مقدمہ جاتا ہے۔ اور قتل کا مقدمہ ہے۔ مدعی عیسائی ہے۔ مگر مجسٹریٹ اپنے پاس حضرت مسیح موعودؑ کو کرسی پر بٹھاتا ہے۔ دوسری طرف ایک خبیث الفطرت۔ کمینہ اور رذیل شخص کی طرف سے مقدمہ ہے۔ اور فضول مقدمہ ہے۔ اس موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ کو بیماری کا دورہ ہوتا ہے۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ ضعف طاری ہو جاتا ہے۔ وکیل مجسٹریٹ[2] سے پانی پلانے کی اجازت مانگتا ہے۔ مگر وہ ایسی حالت میں بھی پانی پلانے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ فرق ہے انگریزوں اور دوسروں میں۔ پس ہمارا دل تو یہی کہے گا اور کہتا ہے۔ کہ جن کی حکومت اور سلطنت سے ہمیں امن ملا ہے انہیں کے فوائد سے ہمیں ہمدردی ہے۔ پھر جب ہمارا اصل مدعا اور مقصد دین کی اشاعت ہے اور یہ گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ہو کر حاصل ہو سکتا ہے۔ تو پھر کیوں ہم گورنمنٹ کی ہر طرح سے امداد اور ہمدردی نہ کریں۔ فرض کرو۔ گورنمنٹ کے خلاف جوش پھیلا کر اور اس سے ہمدردی نہ کر کے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ مگر کن کو انہیں کو جن کی آنکھ میں ہم کانٹے کی طرح کھٹک رہے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ان لوگوں کو پارلیمنٹ مل جائے۔ تو پہلا ایکٹ یہی پاس کریں۔ کہ احمدیوں کو کاٹ ڈالو۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب کبھی ان کا داؤ چلا ہے انہوں نے ہمیں نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کی۔ اور اس کی دادرسی گورنمنٹ برطانیہ سے ہی ہوئی ہے۔

پس ہمیں عقل اور مشاہدہ اور حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم بتا رہی ہے کہ ہمارے فوائد گورنمنٹ برطانیہ

---

[1] ۔ کیپٹن ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور ؛   [2] : آتمارام ؛

کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پھر دیکھو ہمارے لئے کس قدر تبلیغ میں آسانی ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ کی وجہ سے انگریزی زبان تو کاروبار کے لئے سیکھنی پڑتی ہے۔ پھر اس زبان کے ذریعہ جہاں گورنمنٹ برطانیہ کی حکومت ہو وہیں ہم تبلیغ کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر کسی اور حکومت میں تبلیغ کرنے کے لئے جائیں تو وہاں کی زبان سیکھنی پڑے گی۔ یہاں ہم انگریزی زبان کاروبار کے لئے پڑھتے ہیں۔ لیکن وہی تبلیغ کے کام آجاتی ہے اور اس طرح گویا ہماری محنت آدھی رہ جاتی ہے۔ اب ہمارے مبلغ مارشس اور نائیجیریا میں تبلیغ کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ مگر کیوں۔ اس لئے کہ یہ ملک گورنمنٹ برطانیہ کے ماتحت ہیں۔ اور ان میں جانے کے لئے کسی اور زبان کے سیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ انگریزی سے ہی کام ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی ایسی جگہ تبلیغ کے لئے جانا ہو۔ جہاں انگریزی زبان کام نہیں دے سکتی۔ تو اس کے لئے بڑی بھاری محنت اور اخراجات کی ضرورت ہوگی۔ تو ہر رنگ میں گورنمنٹ کی ترقی سے ہماری ترقی وابستہ ہے۔

پھر گورنمنٹ کے احسانات کے مقابلہ میں بھی ہمارا فرض ہے۔ کہ اس کا حق ادا کریں۔ ان باتوں کے ہوتے ہوئے کوئی گندہ اور ناپاک خیالات کا ہی انسان ہوگا جو یہ کہے گا۔ کہ گورنمنٹ کی ہمدردی کا دین سے تعلق نہیں ہے۔ چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان میں کچھ ایسے خیالات بھی پھیلے ہوئے ہیں جن کو وفادارانہ نہیں کہا جاسکتا۔ اور ہماری جماعت خدا کے فضل سے چونکہ ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے اس لئے میں بار بار گورنمنٹ کی وفاداری کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور جس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے۔ کہ میں نے کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی۔ جس میں گورنمنٹ کی وفاداری کی تاکید نہیں کی۔ یا توجہ نہیں دلائی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے کئی ایک کتابیں مختلف مضامین پر لکھی ہیں۔ مگر وفات مسیحؑ کا ذکر ضرور کسی نہ کسی رنگ میں ہر ایک میں کر دیا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جب یہ مسئلہ حل ہو جائے۔ پھر آپ کو قبول کرنے والے کے لئے بہت آسانی ہو جاتی ہے۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے جو اپنی کتابوں میں اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ گورنمنٹ کے ساتھ ہمارے تعلقات نہایت وفادارانہ ہونے چاہئیں اور ہمیں ہر طرح اس کی مدد کرنا چاہیئے۔ حتیٰ کہ آپ نے یہ بھی لکھ دیا ہے۔ کہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا۔ کہ جب صرف میری ہی جماعت گورنمنٹ کی وفادار ثابت ہوگی۔ یہ یونہی نہیں لکھ دیا۔ خدا تعالیٰ کے مامور کوئی لغو کام نہیں کیا کرتے۔ پس اس کے متعلق یہ تو کہا نہیں جاسکتا۔ کہ آپ نے نعوذ باللہ گورنمنٹ کی خوشامد کرنے کے لئے اس طرح لکھ دیا ہے۔ کیونکہ اگر آپ ایسا نہ لکھتے۔ تو آپ کو کیا خطرہ تھا۔ آریہ۔ ہندو۔ سکھ وغیرہ قومیں بھی تو اسی ہندوستان میں رہتی ہیں۔ انہوں نے اگر نہیں لکھا۔ تو انہیں کیا ہو گیا ہے۔ پھر ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کا رویہ گورنمنٹ کو پسند نہیں۔ مگر باوجود اس کے گورنمنٹ انہیں گرفتار نہیں کرتی۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی ایسا دعویٰ بھی نہ تھا۔ کہ گورنمنٹ کو اس کے متعلق کوئی کارروائی کرنی پڑتی۔ آپ پر دشمنوں کا یہ اعتراض تھا۔ کہ گورنمنٹ کی خوشامد کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ لیکن یہ بالکل

غلط ہے۔ آپ نے گورنمنٹ کی خدمت کی اور بہت بڑی خدمت کی۔ مگر اس کے بدلہ میں کوئی اُمید نہیں رکھی۔ مگر باوجود ان باتوں کے آپ نے گورنمنٹ کی وفاداری پر کیوں اتنا زور دیا۔ اس کی سوائے اس کے کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنا تھا۔ جبکہ گورنمنٹ کے خلاف بعض لوگوں کے خیالات پھیلنے تھے۔ آپ نے ۱۸۹۸ء میں لارڈ ایلجن کو لکھا تھا کہ مذہبی مباحث کے لئے ایسے قواعد پاس ہونے چاہئیں جن کی وجہ سے امن میں خلل واقعہ نہ ہو۔ اور اس کے متعلق کچھ تجاویز بھی پیش کی تھیں۔ لیکن اس وقت چونکہ ایسے حالات نہ تھے اس لئے ان پر توجہ نہ کی گئی۔ مگر ۱۹۱۴ء میں ان کو تسلیم کرنا پڑا۔

پس حضرت مسیح موعودؑ نے جو گورنمنٹ کے متعلق وفادارانہ خیالات رکھنے کے متعلق اس قدر کوشش کی۔ کہ مشورے دیئے۔ اس کی ترقی کے لئے دعائیں کیں۔ اپنی کتابوں میں بار بار توجہ دلائی۔ تو یہ یونہی نہیں تھا۔ بلکہ ایک پیشگوئی کے ماتحت تھا۔ کیونکہ ایک ایسا زمانہ آنا تھا۔ جبکہ لوگوں کے خیالات میں تبدیلی ہونی تھی۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ نے اس سے بیشتر ہی آگاہ کر دیا۔ کہ تم اس سے متاثر نہ ہونا اور گورنمنٹ کے متعلق اپنے وفادارانہ اور ہمدردانہ خیالات رکھنا۔ پس میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کے تتبع میں اپنی جماعت کے لوگوں کو آگاہ کرتا رہتا ہوں اور اب بھی کرتا ہوں۔ کہ اس زمانہ میں جو ناپاک اور گندے خیالات پھیل رہے ہیں۔ ان سے پورے طور پر بچیں۔ اور نہ صرف خود ہی بچیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی بچائیں۔ بعض رؤیا ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے ایک حصّہ کا پُورا کرنا انسان کا کام ہوتا ہے۔ دیکھو یہ منارہ ایک پیشگوئی کے پُورا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے بنوانا شروع کیا تھا۔ جس پر پچیس ہزار روپیہ صرف ہؤا ہے۔ تو پیشگوئیوں کے بعض حصّے ایسے ہوتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ پورا کرتا ہے اور بعض ایسے جو انسانوں کے ذریعے پورے ہوتے ہیں۔ اب اس وقت خدا تعالیٰ نے اپنا حصّہ تو اس طرح پورا کر دیا ہے۔ کہ ایک ایسی لہر پیدا کر دی ہے جس سے لوگوں کے خیالات میں تغیّر واقعہ ہو گیا ہے۔ اب دوسرا حصّہ ہمارے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ایسے موقعہ پر ہماری جماعت پوری پوری وفادار ثابت ہو گی۔ پس میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ اس قسم کے خیالات سے اپنے آپ کو بکلی بچائے۔ جو گورنمنٹ کے خلاف ہوں۔ اور پھر ان کے مٹانے کی پوری پوری کوشش کرے۔ خصوصًا وہ لوگ جو مدرس ہیں خواہ یہاں کے سکولوں کے یا باہر کے۔ انکی زیر نگرانی جو طلباء ہوں وہ ان میں گورنمنٹ کی وفاداری کا بیج بوئیں۔ طلباء کے دلوں میں بویا ہؤا بیج خوب پھل لاتا ہے۔ گورنمنٹ نے اس بات کو مانا ہے۔ کہ وہ ایجیٹیشن سخت خطرناک ہوتی ہے جو طالب علموں کے ذریعہ پھیلائی جاتی ہے۔ چنانچہ بنگال کے گورنر نے اپنی ایک تقریر میں یہی کہا ہے۔ اس کے مقابلہ کے لئے ہمیں بھی وہی ذریعہ اختیار کرنا چاہیئے۔ یعنی طلباء کے دلوں میں پورے زور

کے ساتھ گورنمنٹ کی وفاداری کے خیالات بٹھانے چاہئیں۔ اور جس کو وہ غلطی سے آزادی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ آزادی نہیں بلکہ نفس کی قید ہے اس سے انہیں آزاد کرنا چاہیئے۔ آجکل جس کو آزادی کہا جاتا ہے۔ وہ ایک سخت خطرناک قید ہے۔ ان ملکوں کو دیکھو جہاں اس قسم کی آزادی پائی جاتی ہے۔ اور ان کا گورنمنٹ برطانیہ سے مقابلہ کرو۔ وہ ملک کیوں تباہ اور برباد ہو رہے ہیں۔ اسی لئے کہ وہ ایک ناجائز بات کو آزادی قرار دے رہے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی بات نہیں مانتے جو جی چاہتا ہے کرتے ہیں۔ کیا یہ آزادی کہلا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ تو تباہی اور ہلاکت کے سامان ہیں۔ لیکن چونکہ طلباء نوجوان ہوتے ہیں۔ اور انہوں نے تازہ تازہ تاریخیں پڑھی ہوتی ہیں۔ جن کے واقعات کو وہ اچھی طرح سمجھے نہیں ہوتے۔ اس لئے جوش میں آکر نا رو ا باتوں کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ پس ہماری جماعت کے مدرسوں کا خصوصًا اور دوسرے لوگوں کا عمومًا یہ فرض ہے کہ ایسے لوگوں کے خیالات کی اصلاح کرتے رہیں۔ چونکہ ہمارا کام دین کی اشاعت ہے اور وہ وابستہ ہے گورنمنٹ برطانیہ سے اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو گورنمنٹ کی مدد اور تائید کریں۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اس بات کی توفیق اور سمجھ دے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی باتوں کی تصدیق کرے۔ اور ان کو پورا کر کے خدا تعالیٰ کے انعامات حاصل کرنے کی اہل بنے۔ آمین؛

(الفضل ۶ مارچ ۱۹۱۷ء)